اقبال کی صحبت میں ذکر غالب

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی

۱۹۲۶ء میں پروفیسر محمد دین تاثیر مرحوم کی ترغیب و مشورہ سے یہ طے پایا کہ عبدالرحمان چغتائی دیوان غالب کا ایک مصور ایڈیشن شائع کریں گے ، جس کے لیے تمام انتظامات بھی اعلیٰ معیار پر کئے گئے تھے ۔ اُردو دیوان کے متن کو خطی اور مطبوعہ نسخوں سے مقابلہ کرکے مرتب کیا گیا تھا اور منتخب شدہ تصاویر کو یورپ کی اعلیٰ فرموں سے اپنے اصلی رنگوں میں طبع کیا گیا تھا ۔ اس اثناء میں ہم اکثرعلامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو کام کی رفتار اشاعت سے باخبر رکھتے تھے اور وہ نہایت شوق اور حوصلہ افزائی سے دلچسپی لیتے تھے ۔

عبدالرحمان چغتائی کی تجویز پر یہ طے ہو چکا تھا کہ اس کتاب میں ڈاکٹر ہنری کوزنز (Henry Cousens) کا انگریزی زبان میں ایک مقدمہ ہوگا جس کے لیے خود چغتائی صاحب نے ڈاکٹر موصوف سے ان کو مدراس لکھ کر درخواست کی تھی ۔ وہ ہندوستان میں اس وقت جدید مصوری کے محقق شمار ہوتے تھے ۔ چنانچہ انھوں نے وہ مقدمہ لکھ کر ارسال کر دیا ۔ جب تاثیر صاحب نے دیکھا تو معاً خیال کیا کہ اس کے ساتھ انگریزی زبان میں ایک پیش لفظ اسلامی نقطہ نگاہ سے بھی شامل ہونا چاہیے ۔ آخر کافی بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ علامہ اقبال سے درخواست کی جائے کہ وہ اس پر ایک ''پیش لفظ'' تحریر کریں ۔ جس کے لیے ہم اگلے روز بعد دوپہر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ گفتگو کی ابتدا میں نے تیاری اشاعت کے ذکر سے کی اور تاثیر مرحوم نے ڈاکٹر کوزنز (Cousens) کے مقدمے کا ذکر کیا اور ساتھ ہی آپ سے ایک تعارف نامہ لکھنے کی درخواست بھی کی ۔ اس ضمن میں پروفیسر تاثیر نے اس وقت کے دیگر ہندوستانی مصوروں کے کارناموں کا بھی ذکر کیا ، جن میں خاص کر بنگال اسکول کے مصوروں کا کام اس سے قبل متعارف ہو چکا تھا ۔ اس امر نے علامہ کو مطمئن کر دیا تھا کہ یہ ضرور ہونا چاہیے ۔ چنانچہ آپ نے وعدہ کر لیا ، اگرچہ آپ کے لیے یہ ایک بالکل نیا موضوع تھا ۔

علامہ اقبال مرحوم کا یہ قاعدہ تھا کہ جس نظم یا تحریر کو لکھنا ہوتا تھا وہ اس کے لیے ہر وقت دماغی طور پر کوشاں رہتے اور ذہنی طور پر کام کرتے رہتے ۔

انھوں نے مجھ سے اس موضوع پر اس کے بعد اکثر گفتگو بھی کی اور خاصی دلچسپی اور توجہ کا اظہار فرمایا ۔ چنانچہ انھوں نے اس اثناء میں ایک خط کے ذریعے بنگال اسکول کے نمونوں کو دیکھنے کی خواہش بھی کی ۔ آپ کا وہ خط ملاحظہ ہو :[1]

۷ ستمبر ۲۶ء

ڈیئر ماسٹر صاحب[2] ۔ السلام علیکم

اگر آپ کے پاس ہندوستانی مصوروں کی بنائی ہوئی تصویروں کا کوئی چھپا ہوا مجموعہ ہو تو ایک دو روز کے لیے مرحمت کیجیے ۔ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں ۔ اگر ایسا کوئی مجموعہ نہ ہو تو چند مشہور تصاویر کے نام ہی سہی ۔ ان کے ساتھ ان کا مضمون بھی ہونا ضروری ہے ۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستانی مصور باالعموم کیسے مضامین اپنے فن کی نمائش کے لیے منتخب کرتے تھے ۔

بنگال اسکول کی تصاویر کے نام خاص کر چاہئیں ۔ اس کے علاوہ مغلوں کے آرٹ پر اگر کوئی کتاب ہو تو وہ بھی ساتھ لائیے ۔ محمد اقبال

میں اس خط کے وصول ہونے کے بعد آپ کی خدمت میں چیٹرجی ایلبم کے چند حصے اور بعض دوسری کتابیں لے کر حاضر ہوگیا ۔ اگرچہ بادی النظر میں یہ موضوع آپ کے لیے بالکل نیا بلکہ غیر معروف تھا مگر آپ نے وہ مقدمہ اپنے انداز میں ثقافت اسلامی کے محقق کی حیثیت میں انگریزی میں لکھا ۔ میرا خیال ہے کہ فنون لطیفہ کی تاریخ میں آج تک کسی نے اس طرح کا نہ کوئی تعارف نامہ لکھا ہے اور نہ اسلامی مصوری کی کسی نے اس طرح تعبیر کی ہے ۔

کچھ مدت کے بعد ایک روز پھر ہم سب مل کر علامہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مصور مرقع چغتائی پر گفتگو ہوئی ۔ چند اشعار زیر بحث تھے جس پر تصاویر بھی موافقت کرتی تھیں ۔ مگر علامہ نے ان اشعار پر کچھ مزید دلچسپی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ غالب کے ان اردو اشعار کی بجائے غالب کے فارسی اشعار یا فارسی کلام کو مصور کرنا چاہیے جو معانی کو زیادہ واضح کرتے ہیں ۔ اس موقع پر مجھے یاد آتا ہے غالب کے اپنے اشعار کو بطور تائید پیش کیا گیا تھا

فارسی بین تا بہ بینی نقشہائی رنگ رنگ
بگذر از مجموعۂ اردو کہ بیرنگ من است

۱۔ اقبال نامہ دوم (لاہور ۱۹۵۱ء) ، ۳۳۱ ، ۳۳۲ ۔
۲۔ علامہ اقبال عموماً راقم کو ''ماسٹر'' کے لفظ سے خطاب کرتے تھے ۔

لیکن مرحوم تاثیر نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ یہاں اب ماحول کا تقاضا یہ ہے کہ اردو کلام غالب کو ہی پیش کیا جائے جس پر علامہ مرحوم نے بھی اطمینان کا اظہار کیا اور ویسے تمام انتظامات بھی اسی نظریے سے کیے گئے تھے ۔ مگر معانی اور مطالب کے اعتبار سے علامہ نے یہ بھی کہا کہ فارسی اشعار کو بھی دوش بدوش آنا چاہیے ۔

اس بحث نے ایک اور صورت اس نہج پر اختیار کی کہ غالب کے بعض اُردو اشعار واقعی بہت ہی بلند پایہ ہیں اس لیے اس کے اُردو کلام کا ایک انتخاب بھی ہونا چاہیے جس پر پھر ہم سب نے تاثیر کی ہمنوائی کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ نے خود بھی تو غالب کی شان میں اپنے ابتدائی سالوں میں اس کے اُردو کلام سے ہی متاثر ہو کر ایک اعلیٰ نظم بعنوان مرزا غالب لکھی تھی ۔[1]

اس روز علامہ کے ہاں یہ طے ہو گیا تھا کہ غالب کے اردو کلام کا ایک اعلیٰ انتخاب ہونا چاہیے جو علامہ کی پسند کے مطابق ہو ۔ اول تاثیر صاحب خود تیار کریں گے اور علامہ کی پسند کے مطابق نشان کر دیں گے اور جو چغتائی کے مصور نسخے کا ضمیمہ ہوں گے ۔

ہم اس مجلس سے تمام امور پر طویل گفتگو کرنے کے بعد اٹھ کر جانے ہی والے تھے کہ اتنے میں پروفیسر حافظ محمود خاں شیرانی مرحوم بھی علامہ کے ہاں تشریف لے آئے ، جن کو غالب کے مصور اردو دیوان کی تیاری کا بھی علم تھا ۔ اور پھر علامہ نے آپ کو موضوع گفتگو سے آگاہ کر دیا ۔ بہرحال ہم چلے آئے ۔ ہماری غیر حاضری میں پروفیسر شیرانی اور علامہ کے درمیان اسی موضوع پر دیر تک علمی گفتگو رہی جس کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ شیرانی صاحب اس سے اگلے روز ایک مضمون غالب کے فارسی اور اردو ہم معنی اشعار پر لکھنے کی طرف متوجہ نظر آئے اور وہ اسلامیہ کالج کے اسٹاف روم میں اس موضوع پر علامہ کے حوالے سے بعض اساتذہ سے گفتگو کر رہے تھے ۔ چنانچہ شیرانی صاحب نے چند دنوں میں ہی ایک مستند محققانہ مضمون اس نہج پر لکھا جو اسلامیہ

۱۔ بانگ درا ۹ ، ۱۰ ۔ یہاں یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ تاثیر مرحوم نے علامہ کے ہاں اس روز اس بحث سے متاثر ہو کر غالب کے تمام اُردو دیوان کا ایک انتخاب کر ڈالا تھا جس کا قلمی نسخہ محفوظ ہے ۔ میرے نزدیک تاثیر کلام غالب کا حافظ تھا ۔

کالج کے میگزین کریسینٹ میں یا امرتسر کے ماہوار رسالہ ''غالب''[1] ہیں طبع ہو گیا تھا ۔ اس مضمون کا دور دور تک تذکرہ بھی علمی احباب میں ہوا تھا ۔

غالب کے ضمن میں یہ بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب یورپ کی پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴-۱۹۱۸) کے دوران سیاسی طور پر ضرورت محسوس کرتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی میں ایم۔اے فارسی کا امتحان رائج کیا گیا تو علامہ اقبال کے مشورے سے ہی اس کا نصاب مقرر کیا گیا تھا ۔ اس کے پرچہ" نظم میں خصوصیت سے غالب کے فارسی کلام کے بعض حصوں کو شامل کیا گیا تھا ۔ ۱۹۲۱ع کے بعد شیرانی صاحب لاہور میں آ چکے تھے اور ان کو سر عبدالقادر اور مولوی محمد شفیع کی تحریک سے اسلامیہ کالج میں استاد مقرر کر دیا گیا تھا ۔ وہ یہ پرچہ خصوصیت سے پڑھاتے تھے ۔ اور اس پرچہ کے ممتحن بھی قواعد جامعہ پنجاب کے مطابق علامہ اقبال اور شیرانی صاحب ہی تھے ۔ عام طور پر یہ ضرورت محسوس کی جاتی تھی کہ غالب کے فارسی کلام مشمولہ نصاب ایم ۔ اے کی کم سے کم طلباء کی افادیت کے لیے شرح ہو جائے مگر یہ ممکن نہ ہو سکا ۔

حسنِ اتفاق سے انھی ایام میں ، میں اور شیرانی صاحب ایک روز گھومتے ہوئے شیخ مبارک علی کی دوکان ، اندرون لوہاری دروازہ پہنچ گئے ۔ وہ ان دنوں اپنی موجودہ دوکان کے متصل ہی ایک چھوٹی سی کرایہ کی دوکان میں کاروبار کرتے تھے ۔ ان سے برسبیل تذکرہ فارسی دیوان غالب کا ذکر ہوا ۔ چونکہ شیرانی صاحب اسے پڑھاتے تھے اس لیے شیخ مبارک علی نے فوراً ان سے غالب کے فارسی دیوان کی شرح کے لیے درخواست کی ۔ ادھر شیرانی صاحب بھی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے مان گئے ۔ شیخ مبارک علی نے فوراً اپنی جیب سے سو سو کے دو نوٹ بطور پیشگی ان کی نذر کیے ۔ شیرانی صاحب نے ان سے فرہنگ انندراج طلب کی ۔ شیخ صاحب نے اس کی تینوں جلدیں پیش کر دیں جس کو میں نے بغل میں دبایا اور گھر واپس آ گئے ۔ مگر شیرانی صاحب عدیم الفرصتی کے باعث یہ کام سرانجام نہ دے سکے اور انھوں نے کچھ عرصے بعد شیخ مبارک علی کی خدمت میں دو سو روپے مع قیمت کتاب فرہنگ انندراج واپس کر دیے ۔

تاثیر صاحب کا تیار کردہ انتخابِ کلامِ غالب تیار ہو چکا تھا ۔ چنانچہ میں وہ لے کر اقبال کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ۔ آپ کا عموماً یہ قاعدہ تھا کہ ہر

۱ ۔ امرتسر سے اس نام کا رسالہ ۱۹۳۷ع میں زیرادارت مرزا شجاع مروی طبع ہوتا تھا جس میں بلند پایہ مضامین شائع ہوتے تھے ۔ اس میں شیرانی صاحب کے مضامین بھی طبع ہوتے تھے ۔

علمی کام کو فوراً اولین فرصت میں ہی انجام دینے پر تیار ہو جاتے تھے ۔ چنانچہ آپ نے فوراً مجھ سے پنسل لے کر ان تمام اشعار کو دیکھنا شروع کر دیا اور ان پر اپنی پسند کے مطابق نشان کرتے گئے اور نشان لگا کر اس کاپی کو میرے حوالے کر دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میرے نزدیک قابل انتخاب یہ چند اشعار ہیں ۔ میں آپ سے اجازت لے کر وہ کاپی لے کر گھر واپس آ گیا ۔ تاثیر صاحب وہاں موجود تھے۔ وہ حیران رہ گئے کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ علامہ شاید زیادہ وقت لیں گے ۔ تاثیر کے مشورے سے فوراً مرقع چغتائی کے ضمیمہ کے طور پر اس انتخاب کو الگ اس عنوان سے کاتب منشی اسد اللہ[1] نے لکھا جنہوں نے مرقع چغتائی کا تمام متن لکھا تھا ۔ اس عنوان انتخاب کے نیچے ''از شاعر مشرق علامہ اقبال'' بغیر علامہ کو اطلاع دیے چھاپ دیا گیا ۔ چھپنے کے بعد خیال ہوا کہ ہمیں اس سے پیشتر علامہ سے مشورہ کر لینا چاہیے تھا ۔ چنانچہ میں وہ مطبوعہ ورق انتخاب اسی طرح لے کر علامہ کے ہاں گیا ۔ یہ قریب دس اور گیارہ بجے کے درمیان کا وقت تھا ۔ آپ کھانا تناول فرما رہے تھے اور ان کے پاس کالج کے ایک پروفیسر بھی موجود تھے ۔ میں نے وہ مطبوعہ ورق ان کے سامنے رکھ دیا ۔ علامہ نے دیکھ کر اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ میں نے کب کہا تھا کہ اس طرح میرا نام بھی چھاپ دیا جائے ۔ اس وقت اس پروفیسر نے بھی ہمارے اس عمل کے خلاف خاصہ مہمیز کا کام کیا ۔ مگر میں فوراً وہ ورق اپنے ہاتھ میں لے کر گھر واپس آ گیا ۔ میں نے آ کر یہ تمام حقیقت عبدالرحمن چغتائی کی خدمت میں بیان کر دی ۔ اس نے فوراً ایک اور منقشی ڈیزائن اس متنازعہ عبارت پر شام سے پیشتر چھاپ دیا جس سے وہ متذکرہ بالا عبارت محو ہو گئی ۔ شام کو اسی روز میں وہ مطبوعہ ورق لے کر علامہ کے ہاں ان کی تسلی کے لیے لے گیا اور نہایت معذرت کے ساتھ پیش

۱۔ منشی محمد اسد اللہ سے میں اکتوبر ۱۹۵۰ء میں ملا تھا ۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۲ سال تھی ۔ آپ کی پیدائش ۱۸۷۰ء میں اوناؤ اودھ میں ہوئی تھی ۔ آپ ۱۸۹۰ء سے لاہور میں کتابت کے سلسلے میں مقیم تھے اور ہزارہا کتابیں ، رسائل اور تحریریں آپ کی مرہون منت ہیں ۔ آپ کا بڑا لڑکا سولوی سمیع بھی آپ کی روش پر اعلیٰ کاتب تھا ۔ یہ خاندان لاہور میں بازار سریاں والا طویلہ شاہ نواز کے قریب مقیم رہا ۔ سمیع اللہ نے سالنامہ کاروان اور روئیداد ادارہ معارف اسلامیہ کی کتابت خاص طور پر کی تھی ۔ غرض کہ متن غالب یعنی مرقع چغتائی کی کتابت تمام تر آپ نے ہی کی تھی ۔ نہایت مخلص اور شریف انسان تھے ۔ تھوڑا عرصہ ہوا قریب ایک سو سال عمر گزارنے کے بعد آپ نے داعئی اجل کو لبیک کہا ۔

کیا جس پر آپ مطمئن ہو گئے ۔

مرقع چغتائی کے پہلے ایڈیشن میں جس کی قیمت ایک سو دس روپے رکھی گئی تھی یہ ڈیزائن انتخاب کے تحت تو ضرور ہے مگر مرقع چغتائی کے ارزاں اور نقش چغتائی وغیرہ میں ضمیمہ انتخاب میں یہ ڈیزائن نہیں ہے ۔ ویسے یہ انتخاب علامہ اقبال کا متذکرہ بالا بیان کے مطابق کیا ہوا ہے ۔

جب مرقع چغتائی اپنے پورے آب و تاب کے ساتھ دوبارہ شائع ہو گیا تو مصور چغتائی نے نہایت احتراماً اس کا وہ نسخہ آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جس کی مثل محض ایک درجن نسخے خاص طور پر بڑے سائز اور مخملی چمڑے کی جلد سے تیار کیے گئے تھے[1] ۔

آپ نے اپنی عادت کے مطابق اسے قبول تو کر لیا مگر اس وقت کہہ دیا تھا کہ مجھے کوئی معمولی سا سستا ایڈیشن اس کی بجائے دے دیں ۔ چنانچہ وہ مجھے اپنے ایک خط[2] میں بھی لکھتے ہیں :

۲۳ اکتوبر ۱۹۲۹ء

ڈیئر ماسٹر عبداللہ!

مرقع چغتائی کی ایک کاپی جو عبدالرحمان صاحب نے بھیجی ہے ، مجھے مل گئی ہے ۔ مگر یہ کتاب بیش قیمت ہے ۔ اس واسطے میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کی جگہ دوسری ایڈیشن کی کاپی ہدیۃً مجھے دے دیں اور اس کو اپنے مصرف میں لائیں ۔

محمد اقبال

۱۔ یہاں یہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مصور چغتائی کا تعارف سر اکبر حیدری فنانس ممبر حیدر آباد دکن سے علامہ اقبال کی معرفت لاہور میں ہو چکا تھا ، جب وہ اس سے پیشتر یہاں تشریف لائے تھے ۔ مصور نے آپ سے علامہ اقبال کے حوالے سے ہی حضور نظام حیدر آباد دکن سے مرقع چغتائی کے معنون کرنے کی درخواست کی تھی جس کی پذیرائی ہو گئی تھی ۔ چنانچہ مرقع چغتائی کے قریب پچاس نسخے نظام گورنمنٹ نے اپنے سر رشتہ تعلیم کی معرفت حاصل کیے تھے اور اس کے علاوہ وہ تمام اصل تصاویر بھی جو مرقع چغتائی میں شامل تھیں ، ان کو الگ ایک گراں قدر رقم سے دہلی محل کے لیے حاصل کر لیا تھا اور ایک نسخہ خاص جو حضور نظام کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ، اس طرح کے قریب ایک درجن نسخے خاص طور پر تیار کیے گئے تھے جن میں سے ایک نسخہ وہ تھا ، جو علامہ اقبال کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا ۔

۲۔ اقبال نامہ ، دوئم ۳۳ے

ایک دن بنگلور سے ایک خاتون اقبال النساء حسن علامہ سے ملنے تشریف لائیں ۔ اس سے پہلے بنگلور میں بھی تعارف ہو چکا تھا ۔ وہ بنگلور میں کسی زنانہ کالج میں معلمہ تھیں ۔ چند علمی امور پر گفتگو ہوئی ۔ غالب کے ذکر پر علامہ نے اپنا وہ متذکرہ بالا نسخہ مرقع چغتائی آپ کی نذر کر دیا ۔ جب خاتون نے اس پر آپ سے ہدیہ لکھنے کی درخواست کی تو علامہ نے مجھے کہا کہ تم چند الفاظ لکھ دو جو میں نے ''بخدمت اقبال النساء حسن ''کے عنوان سے لکھ دیے تھے ۔